سلسلة قصص الانبیاء

11

ظالم بھائی

اشتیاق احمد

ظالم بھائی

قصّہ سیّدنا یوسف علیہ السلام

اشتیاق احمد

دارُالسّلام
کتاب وسُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور
کراچی • لندن • ہیوسٹن • نیو یارک

ظالِم بھائی

حافظ ادریس صاحب کے دروازے کی گھنٹی بجی۔ انھوں نے اپنے بڑے بیٹے احسن سے کہا:

''بیٹا! دیکھنا کون ہے۔''

''جی اچھا!'' احسن نے کہا اور اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ اس نے دیکھا، وہاں بارہ تیرہ سال کا ایک خوب صورت لڑکا کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے...... چہرے سے کافی پریشان لگتا تھا۔

''کیا بات ہے بھئی؟'' احسن نے حیران ہو کر کہا۔

''میں...... میں بھکاری نہیں ہوں۔'' وہ مشکل سے بولا۔

''تو میں نے کب کہا ہے کہ تم بھکاری ہو۔'' احسن نے اور زیادہ حیران ہو کر کہا۔

''اسی لیے میں نے بتایا ہے نا...... کہ کہیں آپ مجھے بھکاری نہ خیال کرلیں۔''

''اچھا بھائی...... میں تمھیں بھکاری نہیں خیال کروں گا...... بات بتاؤ۔''

''میں تین دن سے بھوکا ہوں...... صرف پانی پی کر گزارا کیا ہے۔''

''یہ تو وہی بات نکل آئی...... ہر بھکاری یہی کہتا ہے...... میں کل سے بھوکا ہوں...... میں تین دن سے بھوکا ہوں۔''

''میری جان نکلی جارہی ہے...... یہ دیکھ لیں۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے پیٹ پر سے قمیص اٹھا دی...... اس کا پیٹ واقعی اندر کو دھنسا ہوا تھا...... اس کے ساتھ ہی وہ دھڑام سے گر گیا......

''ارے ارے......'' احسن چلاّ اُٹھا۔

''کیا ہوا بیٹا۔'' اس کے والد گھبرا کر باہر کی طرف دوڑے آئے...... وہ سمجھے شاید احسن گر گیا ہے...... دروازے پر آئے تو انھوں نے دیکھا...... گرنے والا کوئی اور تھا۔

''کیا بات ہے...... یہ کون ہے؟''

احسن نے انھیں جلدی جلدی سب کچھ بتا دیا۔

''اوہ...... ہوسکتا ہے...... یہ بھکاری نہ ہو......'' انھوں نے چونک کر کہا۔

اور پھر نیچے جھک کر اسے اٹھا لیا...... وہ اسے اندر لے آئے...... ایک بستر پر اسے لٹا دیا...... پہلے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے...... لیکن اس نے آنکھیں نہ کھولیں...... پھر انھیں خیال آیا...... وہ تین دن سے بھوکا ہے...... یہ سوچ کر انھوں نے اپنی الماری سے شہد نکالا...... اور چمچے کے ذریعے سے شہد آہستہ آہستہ اس کے منہ میں
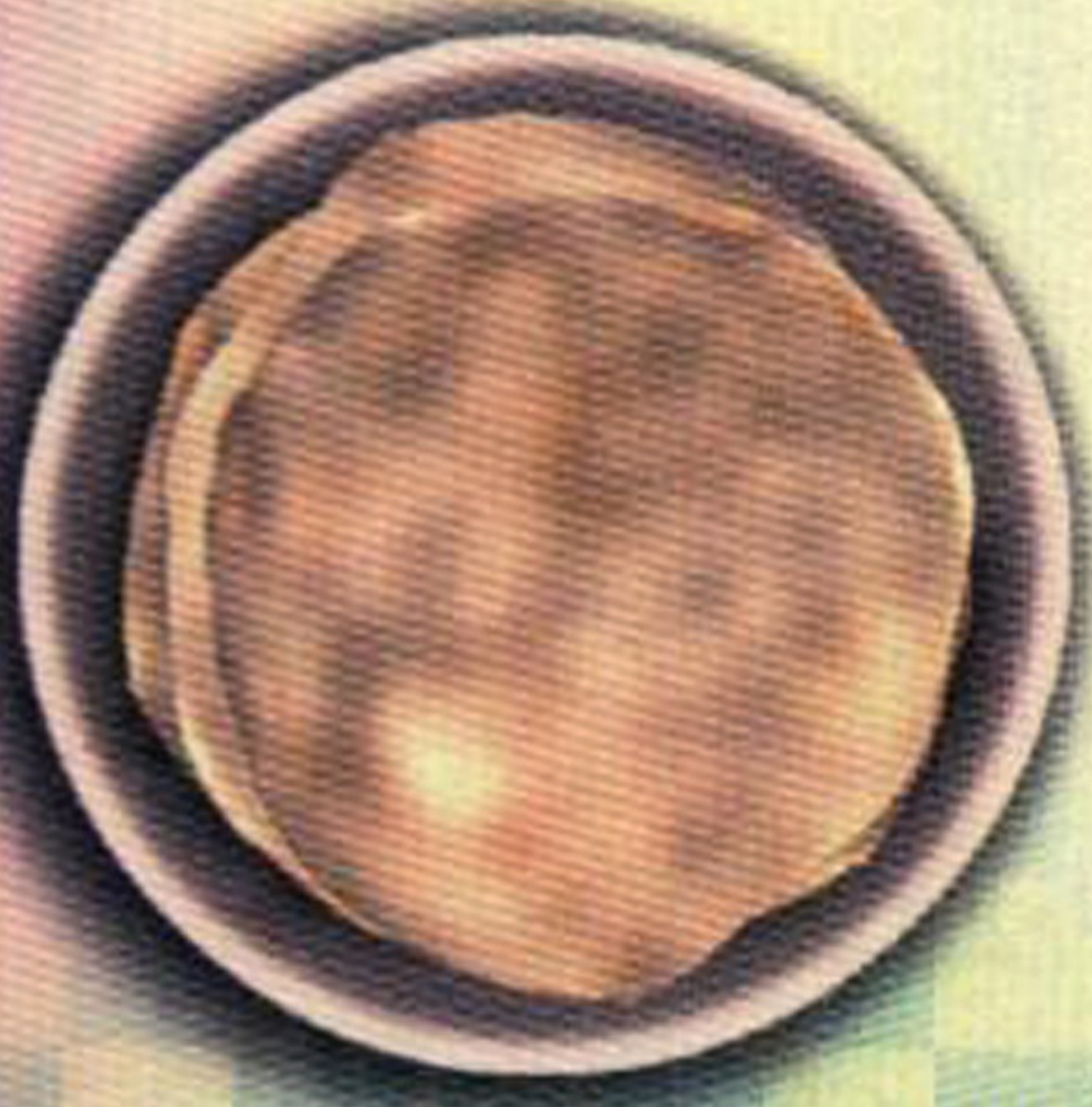
ڈالنے لگے...... کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھول دیں، ساتھ ہی اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا:

''میں...... میں بھکاری نہیں ہوں۔''

''ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے...... یہ لیں...... آپ کچھ کھالیں۔''

اس وقت تک احسن کی امی نرم گرم چیزیں تیار کر چکی تھیں...... جونہی اس کی نظر کھانے کی ان چیزوں پر پڑی...... وہ ان پر جھپٹا...... پھر اچانک رک گیا اور ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا:

''میں بھکاری نہیں ہوں۔''

''ہم سمجھتے ہیں...... آپ بھکاری نہیں ہیں...... آپ کھانا کھائیں اور بے فکر ہو کر کھائیں۔''

''اللہ کا شکر ہے...... کسی نے تو میری بات کو درست مانا...... تین دن ہو گئے...... ہر کسی نے مجھے یہی کہا......

بھکاری نہیں ہو تو اور کیا ہو...... مانگ بھی رہے ہو اور یہ بھی کہہ رہے ہو کہ میں بھکاری نہیں ہوں۔"

اب وہ ان مزے دار چیزوں کو کھانے لگا...... پہلے اس کی رفتار تیز تھی، پھر معمول پر آ گئی اور وہ سکون سے کھانے لگا...... آخر پیٹ بھر کر کھانے کے بعد اس نے کہا:

"بہت بہت شکریہ! آپ نے مجھ پر احسان کیا۔"

"لیکن مسئلہ کیا ہے؟" حافظ ادریس صاحب بولے۔

"میرا نام صدیق ہے، میرے ماں باپ فوت ہو چکے ہیں...... بڑے بھائیوں نے گھر سے نکال دیا ہے...... دراصل میں ان کا سوتیلا بھائی ہوں۔"

"اوہ...... اس کا مطلب ہے...... آپ کی والدہ سے پہلے، آپ کے والد نے جس عورت سے شادی کی تھی...... وہ بھی فوت ہو گئی ہیں اور آپ کی والدہ بھی۔"

"ہاں جناب! میری والدہ مجھے دو سال کا چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو گئی تھیں...... کچھ عرصہ پہلے والد صاحب بھی چل بسے...... اس کے بعد بڑے بھائیوں نے مارنا پیٹنا شروع کر دیا اور آخر گھر سے نکال دیا۔"

"ہوں! آپ کا گھر کہاں ہے؟"

"اب وہ میرا گھر کہاں رہا۔"

"قانون کی رو سے آپ کا اس میں حصہ ہے...... ہم آپ کو عدالت کے ذریعے سے آپ کا حصہ لے کر دیں گے...... آپ کا گھر کہاں ہے؟"

"گھر اس شہر میں نہیں ہے۔"

''تب پھر تم اس شہر میں کیسے پہنچ گئے۔''

''بھائیوں نے مجھے سیر کرانے کا چکر دیا تھا...... انھوں نے مجھ سے کہا تھا...... آج ہم تمہیں ریل گاڑی کی سیر کرائیں گے...... پھر ان میں سے ایک مجھے اپنے ساتھ لے کر گھر سے نکلا اور ریل گاڑی میں میرے ساتھ سوار ہو گیا...... پھر ایک اسٹیشن پر وہ پانی پینے کے بہانے اتر گیا...... بس اس کے بعد وہ گاڑی پر نہیں آیا اور میں ڈر کے مارے گاڑی میں بیٹھا رہا...... آخر اس شہر میں گاڑی آ کر رکی تو ایک قلی نے مجھے ڈبے سے باہر نکالا اور بتایا کہ یہ گاڑی یہیں تک کی ہے......

باہر نکلنے لگا تو ٹکٹ مانگا گیا...... میں رو پڑا...... ریلوے ملازم کو ترس آ گیا......

ظالِم بھائی

اس نے مجھے باہر نکل جانے دیا...... اس کے بعد جب بھوک نے ستایا تو میں نے لوگوں سے کہنا شروع کیا...... میں بھکاری نہیں ہوں...... بھوکا ہوں...... بس چند ایک لوگوں نے چند روپے دیے بھی...... میں نے ان سے کچھ لے کر کھا لیا...... فٹ پاتھ پر سوتا رہا...... آخر یہاں تک پہنچ گیا۔''

''ہوں! تمہاری کہانی تو بہت دردناک ہے......تم پسند کرو تو یہیں ہمارے ساتھ رہ سکتے ہو...... ہم تمہیں سکول میں داخل کرا دیں گے...... یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی......احسن بھی تمہیں سوتیلا بھائی خیال نہیں کرے گا...... کیوں احسن؟''

''بالکل...... میں صدیق کو سگے بھائی کی طرح اپنے ساتھ رکھوں گا۔''

''تم نے سنا...... پھر کیا خیال ہے؟''

''جی ٹھیک ہے۔''

''اور اس خوشی میں، آج رات میں تمہیں ایک کہانی سناؤں گا...... اس کہانی کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے...... کہ یہ سب سے اچھا قصہ ہے۔''

''جی...... کیا کہا...... سب سے اچھا قصہ۔'' احسن نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں! سب سے اچھا قصہ۔'' وہ مسکرا دیے۔

اور پھر رات کے وقت انھوں نے یہ کہانی شروع کی:

''میرے پیارے بچو! اللہ کے نبی سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک بیٹے سیدنا یوسف علیہ السلام تھے۔ وہ ان سب سے زیادہ خوب صورت تھے۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام کو ان سے، باقی بیٹوں کی نسبت بہت زیادہ محبت تھی......

ان بارہ بیٹوں میں سیدنا یوسف علیہ السلام اور بنیامین ایک ماں سے تھے، یعنی یہ دونوں سگے بھائی تھے...... باقی دس سوتیلے بھائی تھے۔ اب چونکہ سیدنا یعقوب علیہ السلام، سیدنا یوسف علیہ السلام سے باقی بیٹوں کی نسبت بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ اس لیے باقی دس بیٹے یوسف علیہ السلام سے جلنے لگے اور حسد کرنے لگے......

ان حالات میں ایک رات سیدنا یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا...... یہ بھی بتاتا چلوں کہ یہ سارا واقعہ قرآنِ کریم کی سورۂ یوسف میں آیا ہے اور ایک ہی جگہ مکمل قصہ آیا ہے...... یوسف علیہ السلام نے صبح اٹھ کر اپنے والد سے کہا:

'ابا جان! میں نے ایک خواب دیکھا ہے...... خواب میں، میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے...... دیکھتا کیا ہوں کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔'

سیدنا یوسف علیہ السلام کا یہ خواب سن کر سیدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

’بیٹا! اپنے خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا...... ورنہ وہ تمہارے اور زیادہ خلاف ہو جائیں گے اور کوئی چال نہ چل جائیں...... اس لیے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے...... اللہ تمہیں ان میں نمایاں کرے گا، پسندیدہ بنائے گا اور خواب کی تعبیر کا علم سکھائے گا...... جس طرح اس نے تمہارے پردادا ابراہیم اور دادا اسحاق علیہما السلام پر اپنی نعمت پوری کی تھی اسی طرح تم پر اور اولادِ یعقوب پر اپنی نعمت پوری کرے گا...... بے شک تمہارا پروردگار سب کچھ جاننے والا، حکمت والا ہے۔‘

یہاں نعمت پوری کرنے کا مطلب ہے، اللہ تم کو نبوت عطا فرمائے گا۔

ادھر سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپس میں مشورہ کیا:

'ابا جان کو یوسف اور اس کا بھائی بنیامین بہت پیارے ہیں، جب کہ ہم پورے دس بھائی ہیں...... یہ ان کی غلطی ہے...... ہم سے اتنا پیار نہیں کرتے جتنا پیار ان دونوں سے کرتے ہیں، لہٰذا کیوں نہ ہم یوسف کو مار ڈالیں یا کسی ایسی جگہ پہنچا دیں جہاں سے یہ واپس نہ آ سکے...... اس طرح والد کی توجہ صرف ہمارے لیے ہوگی اور وہ ہم سے محبت کرنے لگیں گے۔ بعد میں ہم توبہ کرلیں گے۔''

''اوہ...... کتنے ظالم تھے وہ۔'' احسن بولا۔

''ان میں سے ایک بھائی نے کہا: 'یوسف کو قتل نہ کرو...... بلکہ اسے کسی گہرے کنویں میں ڈال دو، اس طرح کوئی راہ گیر اسے کنویں سے نکال کر لے جائے گا...... اس طرح یہ کام ہمارے لیے قتل کرنے یا کسی دور دراز جگہ چھوڑ کر آنے سے زیادہ آسان ہوگا۔'

آخر اس تجویز پر ان سب نے اتفاق کرلیا۔ اب وہ اپنے والد کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے:

'ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ یوسف کے سلسلے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتے؟ حالانکہ ہم اس کے خیر خواہ ہیں...... کل اسے ہمارے ساتھ جنگل میں بھیج دیجیے تا کہ یہ خوب پھل کھائے، ہمارے ساتھ کھیلے کودے۔ ہم اس کی نگرانی کریں گے۔'

یہ سن کر سیدنا یعقوب علیہ السلام نے کہا:

ظالِم بھائی
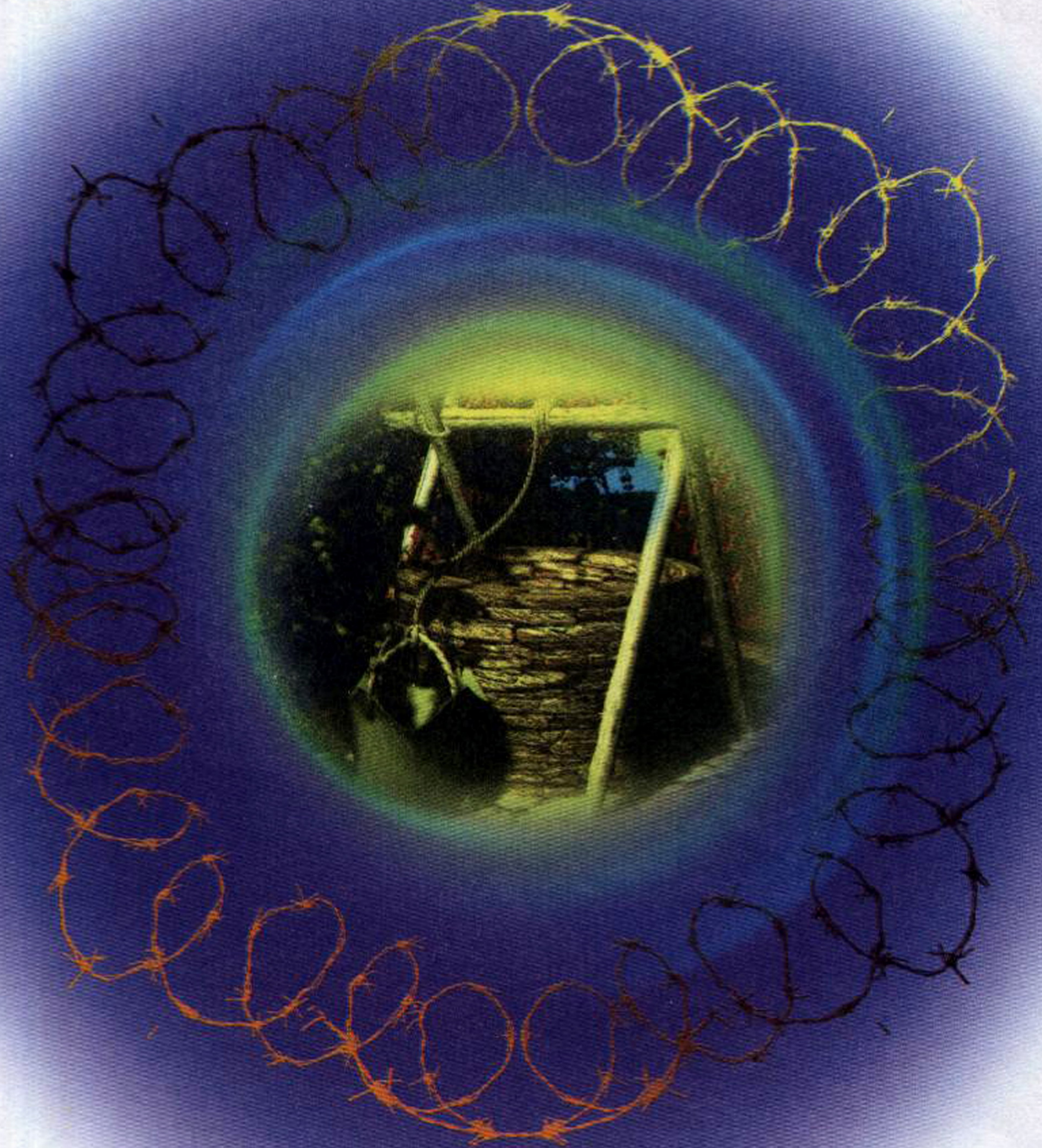
’تمھاری بات سن کر میں پریشان ہوگیا ہوں...... میں اسے خود سے جدا نہیں کر سکتا۔ مجھے ڈر ہے، تم کھیل کود میں مشغول ہو کر اس سے غافل ہو جاؤ گے، اس کا دھیان نہیں رکھو گے...... اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں کوئی بھیڑیا اسے نہ کھا جائے...... اس لیے میں تو اسے تمھارے ساتھ نہیں بھیج سکتا۔‘

اس پر انھوں نے کہا:

’ہمارے ہوتے ہوئے کوئی بھیڑیا اسے کھا جائے گا...... یہ کیسے ہوسکتا ہے...... ہم دس ہیں اور دس کے دس طاقت ور ہیں...... اگر ایسا ہوگیا تو یہ بات تو ہمارے لیے ڈوب مرنے کی ہوگی۔‘

آخر جب انھوں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو سیدنا یعقوب علیہ السلام نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ بھیج دیا، البتہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی بنیامین کو اپنے پاس ہی رکھ لیا۔

جب یہ سب بھائی جنگل میں پہنچے تو انھوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی قمیص اتار لی اور انھیں ایک کنویں میں گرا دیا۔ انھوں نے یوسف علیہ السلام کی قمیص کو کسی جانور کے خون سے آلودہ کیا اور مصنوعی رونا روتے، چیختے چلاتے ہوئے گھر کو لوٹ آئے۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے ان سے پوچھا:

’کیا بات ہے...... کیا ہوا ہے تمھیں...... اور یوسف کہاں ہے؟‘

تب انھوں نے کہا:

’بات یہ ہے بابا جان کہ ہم نے آپس میں دوڑ لگائی...... یوسف کو اپنے سامان کے پاس بٹھا دیا، واپس لوٹے تو یوسف وہاں نہیں تھا...... اسے بھیڑیا کھا گیا...... ہم بالکل

سچے ہیں، لیکن ہمیں پتا ہے آپ ہماری بات پر اعتبار نہیں کریں گے...... یہ دیکھیے! یوسف کا گُرتہ...... اس پر خون بھی لگا ہوا ہے۔'

یہ سن کر یعقوب علیہ السلام بولے:

'ایسا ہرگز نہیں ہے...... یہ تو تم جھوٹی بات بنا رہے ہو۔

اب میرے لیے بہتر یہی ہے کہ میں صبر کروں...... اور جو کچھ تم نے کہا ہے، اس کے بارے میں اللہ سے مدد طلب کروں۔'

اس کے بعد یعقوب علیہ السلام گوشہ نشین ہو گئے، یعنی انھوں نے بیٹوں سے علیحدگی اختیار کر لی اور لگے اللہ سے فریاد کرنے۔''

''لیکن یوسف علیہ السلام کا کیا بنا؟'' احسن نے بے چین ہو کر پوچھا۔

''اب میں اسی طرف آ رہا ہوں...... یوسف علیہ السلام کی عمر اس وقت سات سال کے قریب تھی۔ اتنی چھوٹی سی عمر میں کنویں میں گرائے جانے پر ظاہر ہے ان کے دل پر کیا گزری ہو گی، لیکن اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے انھیں تسلی دی اور فرمایا:

'ایک وقت ایسا آئے گا کہ تُو اُن کو ان کے اس سلوک سے آگاہ کرے گا۔'

سیدنا یوسف علیہ السلام کنویں میں بیٹھے اللہ کی مدد اور رحمت کا انتظار فرما رہے تھے کہ ادھر سے ایک قافلہ ملک شام سے مصر جا رہا تھا...... راستے میں انھیں کنواں نظر آیا تو انھوں نے کنویں میں سے پانی نکالنا چاہا۔ چنانچہ انھوں نے کنویں سے پانی لانے کے لیے آدمی بھیجا، جب اس نے کنویں میں ڈول لٹکایا تو یوسف علیہ السلام نے ڈول کی رسی پکڑ لی اور ڈول میں بیٹھ گئے۔ ڈول ڈالنے والے نے ڈول کو کھینچا تو خوش ہو کر بولا:

ظالِم بھائی

'کس قدر خوش قسمتی کی بات ہے، یہ تو ایک خوب صورت لڑکا نکل آیا۔'

چنانچہ قافلے والے سیدنا یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ مصر لے آئے، وہاں غلاموں کی خرید وفروخت ہوتی تھی۔ وہاں انھوں نے انھیں تھوڑی سی قیمت میں فروخت کر دیا۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کو خریدنے والا عزیزِ مصر تھا۔ وہ مصر کے بادشاہ کا وزیر تھا۔ مصر کے بازار سے گزر رہا تھا کہ اس کی نظر آپ پر پڑگئی۔ وہ آپ کی شکل صورت دیکھ کر حیران ہوا اور انھیں خرید کر گھر لے آیا...... اس نے غلام کو اپنی بیوی کے حوالے کیا اور بولا:

'اس غلام کو عزت اور احترام سے رکھو، ہوسکتا ہے، یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں گے۔'

ظالِم بھائی
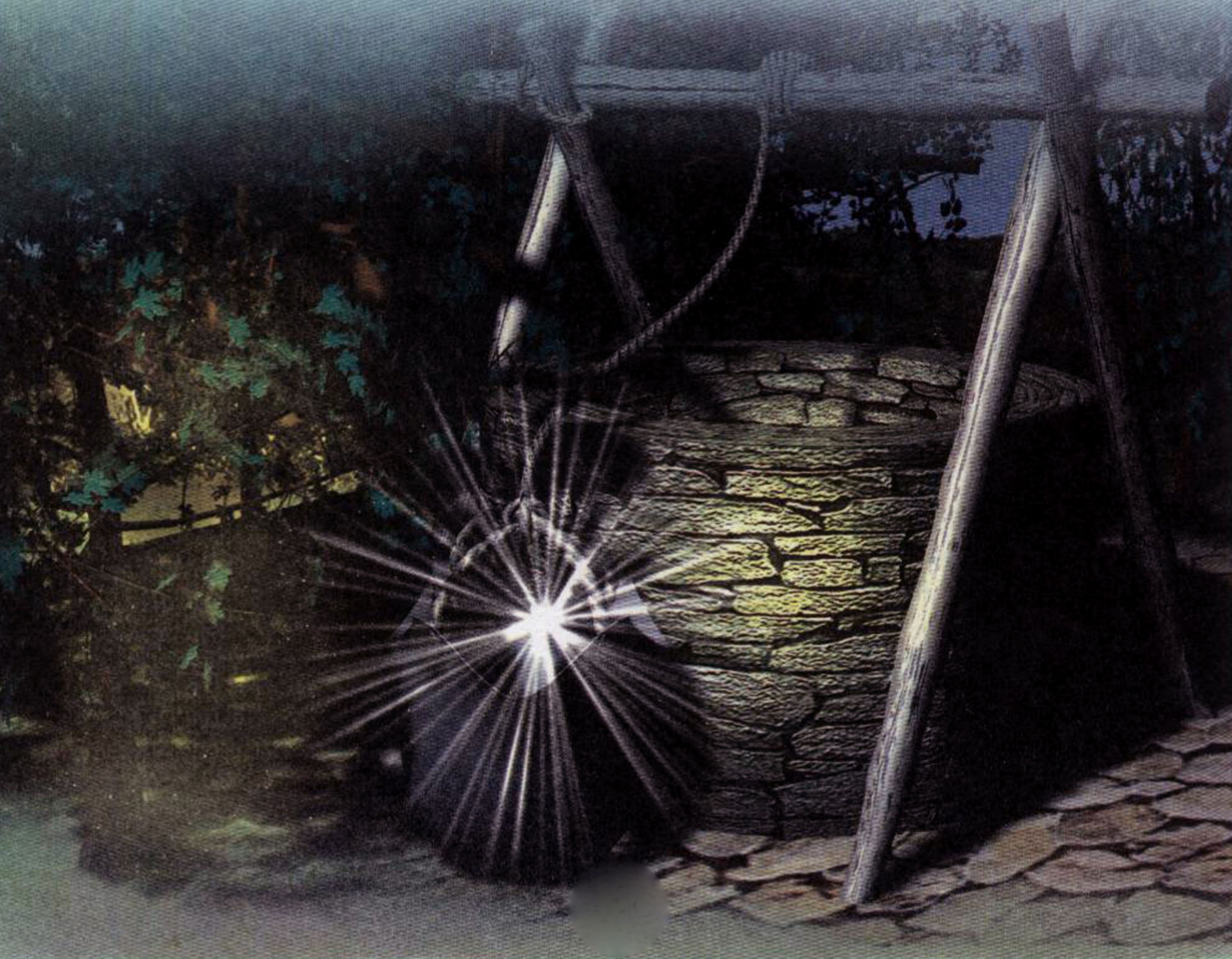
اس طرح اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو مصر میں جگہ عطا فرمائی۔ اللہ کے کاموں کی حکمت اللہ ہی جانتا ہے، عام لوگ نہیں سمجھ سکتے۔

پھر سیدنا یوسف علیہ السلام جوان ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوابوں کی تعبیر اور خوب فہم وفراست عطا فرما دی...... دوسری طرف...... جوان ہونے پر آپ کے حسن کو چار چاند لگ گئے۔ عزیز مصر کی بیوی آپ پر فریفتہ ہوگئی، وہ آپ کو ورغلانے کی کوشش کرنے لگی۔ ایک دن وہ حد سے گزر گئی۔ اس نے دروازے بند کر لیے اور بولی:

'یوسف جلدی میری طرف آؤ۔'

یعنی انھیں گناہ کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا:

'میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں...... تمہارے میاں تو میرے آقا ہیں۔ انھوں نے مجھے بہت اچھی طرح رکھا ہے، میں ایسا ظلم نہیں کر سکتا اور بے شک ظالم لوگ کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔'

عزیز مصر کی بیوی ان کی طرف لپکی...... یوسف علیہ السلام بھی اس کے جال میں آجاتے اگر آپ اپنے پروردگار کی نشانی نہ دیکھ لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں برائی سے محفوظ رکھا، یوسف علیہ السلام تو اللہ کے نبی تھے...... آپ خود کو بچانے کے لیے دروازے کی طرف بھاگے۔ عورت ان کے پیچھے بھاگی...... اس بھاگ دوڑ میں یوسف علیہ السلام کا کرتہ اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے کرتہ پکڑا، ادھر یوسف علیہ السلام جو آگے کی طرف دوڑے تو جھٹکا لگا اور کرتہ پھٹ گیا۔ کرتے کا ٹکڑا عزیز مصر کی بیوی کے ہاتھ میں رہ گیا۔ ادھر سے عزیز مصر آ پہنچا۔

سیّدنا
یوسف
علیہ السلام

اب جب اس کی بیوی نے اپنے خاوند کو دیکھا تو فوراً پلٹا کھایا اور بول اٹھی:

'بھلا بتاؤ تو جو شخص تمہاری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے، اس کی کیا سزا ہے؟ میں تو کہتی ہوں، اسے قید میں ڈال دیا جائے یا کوئی اور سزا دی جائے۔'

اس کی بات سن کر یوسف علیہ السلام بولے:

'یہ بات نہیں ہے...... بلکہ اسی نے مجھے ورغلانے کی کوشش کی ہے۔'

اس وقت عزیز مصر کا ایک رشتے دار اس کے ساتھ تھا۔ اس نے یہ فیصلہ دیا:

'اگر یوسف (علیہ السلام) کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو یہ جھوٹی اور یوسف (علیہ السلام) سچے ہیں اور اگر قمیص آگے سے پھٹی ہے تو یہ سچی اور یوسف جھوٹے ہیں۔'

جب اس بات کا جائزہ لیا گیا تو قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی۔ عزیز مصر سمجھ گیا کہ اس کی بیوی جھوٹی ہے، چنانچہ اس نے کہا:

'یقیناً یہ تم عورتوں کے مکروفریب میں سے ہے، تم عورتوں کے فریب بڑے ہی

سخت ہوتے ہیں۔'

پھر اس نے یوسف علیہ السلام سے کہا:

'یوسف! تم اس بات سے درگزر کرو......'

پھر اس نے اپنی بیوی سے کہا:

''تُو اپنے گناہ پر معافی مانگ۔ بے شک تو ہی خطا کار ہے۔'

یہ واقعہ شہر میں مشہور ہو گیا۔ دوسرے امیروں اور وزیروں کی عورتیں عزیزِ مصر کی بیوی کو طعنے دینے لگیں۔ یہ طعنے سن کر عزیزِ مصر کی بیوی جس کو ''زلیخا'' کہا جاتا ہے، اس نے ان عورتوں کو پیغام بھیجا۔ ان کے لیے ایک محفل ترتیب دی۔ ان سب کے آگے پھل رکھے۔ ہر ایک کو ایک ایک چھری دی۔ پھر یوسف علیہ السلام کو پیغام بھیجا۔ یوسف علیہ السلام جب ان سب عورتوں کے سامنے آئے تو ان کے حسن نے انھیں دم بخود کر دیا...... ان کے ہاتھوں میں پھل اور چھریاں تھیں۔ انھوں نے ان چھریوں سے پھلوں کے بجائے اپنے ہاتھ کاٹ

ڈالے۔ وہ پکار اُٹھیں:

'سبحان اللہ! یہ تو آدمی نہیں، کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔'

ان کی یہ حالت دیکھ کر زلیخا نے کہا:

'یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دیتی ہو اور بے شک میں نے اسے اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر یہ میری طرف متوجہ نہیں ہوا۔ میں اب بھی کہتی ہوں، اگر اس نے میرا کہا نہ مانا تو میں اسے قید میں ڈلوا دوں گی اور یہ ذلیل ہوگا۔'

اس پر یوسف علیہ السلام نے دعا مانگی:

'اے میرے پروردگار! جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہے، اس کی نسبت مجھے قید پسند ہے اور اگر تو مجھے ان کے فریب سے نہیں بچائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں شمار ہوں گا۔'

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انھیں ان عورتوں کے مکر و فریب سے محفوظ رکھا۔"

کس طرح؟

یہ جاننے کے لیے اس کہانی کا دوسرا حصہ پڑھیے "بادشاہ کا خواب"

ہر دور اور ہر زمانے میں ظلم کو فروغ حاصل رہا ہے

انبیاء اور صالحین نے اپنے اپنے دور میں معاشرے میں رونما ہونے والے

ظلم و زیادتی کے خلاف بند باندھنے کی کوشش کی ہے

کبھی یہ کوششیں کامیاب ہوتی رہی ہیں اور کبھی خود انبیائے کرام بھی

اسی ظلم کا شکار ہو کر نقدِ جان ہار گئے

یہی نہیں ظالم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مبعوث

انبیائے کرام کو بے دردی سے قتل کیا۔ انھیں آروں سے چیر دیا گیا

اس کے مقابلے میں ہر دور میں نیکی اور بھلائی کا چلن

عام کرنے کے لیے کوشش ہوتی رہی ہے

یہ سلسلہ کل بھی جاری تھا اور آج بھی جاری ہے

ہمیں ہر حال میں ظلم کے مقابلے میں عدل و انصاف

کے قیام کے لیے کوشش کرنی چاہیے